پروفیسر محمد سلیم میر

# کون انکار کرسکتا ہے؟

**لاہور** کے صحافتی حلقوں میں پروفیسر صاحب کا نام محتاجِ تعارف نہیں —— وہ "نوائے وقت" میں اداراتی شذرات اور "سرِ راہے" لکھتے ہیں ——

پروفیسر صاحب ضلع گجرات کے قصبے جلال پور جٹاں میں ۱۹۲۵ء میں پیدا ہوئے، جہاں اُن کے بزرگ کشمیر سے مہاجر ہو کر آن بسے تھے۔ قیامِ پاکستان کے وقت اُن کی عمر ۲۵ سال تھی۔ یوں آزادی کے سفر کی بہت سی یادیں ان کے حافظے کا حصہ ہو گئیں۔ ہفت روزہ "زندگی" لاہور (۲۴ تا ۳۰ نومبر ۹۰ء) میں خالد ہمایوں نے انکی بہت سی یادیں محفوظ کر دی ہیں۔ ان کی گفتگو کا ایک اہم اقتباس ........ کہ اس میں پروفیسر صاحب انٹرویو کی صورت میں ساٹھ برس پہلے کی کبھی نہ "بھلائی جا سکنے" والی یادیں تازہ کر رہے ہیں ........ پیشِ خدمت ہے۔ (ادارہ)

اس وقت مسلمانوں میں سیاسی شعور بجائے خود کم تھا۔ یہاں کوئی منظم تحریک نہ تھی۔ البتہ مجلس احرار اسلام مسلمانوں کے درمیانے طبقے کی ایک جماعت تھی۔ اسے ایثار پیشہ کارکن میسر تھے۔

تحریکِ کشمیر (۱۹۳۱ء) میں مجلس احرار اسلام کا کردار ہماری تاریخِ آزادی کا نہایت روشن باب ہے۔ ہمارے قصبے میں تحریکِ کشمیر کا بہت بڑا کیمپ تھا۔ سیالکوٹ کی طرح یہاں سے بھی مسلمانوں کے جتھے گرفتاریاں دینے کے لئے کشمیر کی طرف جاتے تھے۔ پنجابی شاعروں کی گرما دینے والی شاعری نے سینوں میں جہاد کا جذبہ بیدار کر دیا تھا۔ گلی گلی میں یہ گیت گونجتا تھا "چلو بھائیو کشمیر، جنت ملدی اے۔" ہمارے ایک مقامی شاعر محمد شریف شعلہ واقعی شعلہ بیان تھے۔ ان کی نظموں میں بہت تاثیر تھی۔ وہ سٹیج پر نمودار ہوتے تو سامعین کے چہرے تمتما اٹھتے۔

احرار کے سربراہ حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ بھی گجرات کے رہنے والے تھے۔ لاہور ان کے ددھیال تھے۔ وہ اکثر جلالپور آتے تھے۔ اس دور میں مجھے ان کی پرجوش تقریریں سننے کا بارہا اتفاق ہوا۔ شاہ جی واقعی بے مثل خطیب تھے۔ ایک دفعہ مجھے ان کے ساتھ سفر کرنے کا بھی اتفاق ہوا۔ یہ ۱۹۴۳ء کی بات ہے، میں فوج میں بھرتی ہونے کے لئے ایبٹ آباد جا رہا تھا۔ گجرات سے ریل کے انٹر کلاس ڈبے میں سوار ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ شاہ جی ہجومِ عاشقاں میں گھرے بیٹھے ہیں۔ ہندو سکھ اور مسلمان، تینوں قوموں کے لوگ ان کے ارد گرد جمع تھے اور بات چیت ہو رہی تھی۔ میرا بھی ان سے تعارف ہوا۔ فرمانے لگے "میرا بھی آبائی علاقہ گجرات ہے۔" شاہ جی ایبٹ آباد جا رہے تھے، وہاں احرار کی کانفرنس ہو رہی تھی۔ گاڑی کا ڈبہ سواریوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ شاہ جی پان سے شغل فرما رہے تھے۔ ان کا سرخ و سپید پُر جلال چہرہ آج بھی اسی طرح میری نگاہوں کے سامنے ہے۔ ایبٹ آباد جانے کے لئے حویلیاں اترنا پڑتا تھا۔ میرے ساتھ اس وقت میرے شہر کے ایک دوست صوبیدار غلام حسین بھی تھے۔ شاہ جی نے ہمیں کانفرنس میں شمولیت کی دعوت دی لیکن وقت کی تنگی کے باعث ہم کانفرنس میں شرکت نہ کر سکے۔ لاہور کے دہلی دروازے کے باہر بھی میں نے شاہ جی کے خطابتی معرکے دیکھے ہیں۔ —————— شاہ جی اور ان کی جماعت مسلم لیگ کے ہمنوا نہ بن سکے لیکن آزادی کے لئے ان کی خدمات سے کون انکار کرسکتا ہے۔ ——